حضورِ مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کا دلکش تعارف

# شمعِ فروزاں

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

شائع کردہ

رضا اکیڈمی ممبئی

باہتمام: ادارہ تحقیقات مفتی اعظم قادری مسجد گلی نیہاران بریلی شریف

حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کا دلکش تعارف

# شمعِ فروزاں

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

ادارہ تحقیقاتِ مفتیِ اعظم

قادری مسجد۔ گلی منیہاران۔ بریلی شریف

# زینتِ آغاز

مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کو ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ میں پیدا ہوئے سو سال ہو گئے۔ ان کی صدسالہ تقریباتِ جشن ولادت پورے ملک ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی منائی جارہی ہیں۔ ان تقریبات میں مفتیِ اعظم کی شخصیت پر جو کام ہوا اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے:

حضرت مولانا توصیف رضا خاں بریلوی کی تحریک پر ظہیر رضا صدیقی نے ۱۵ر جولائی ۱۹۹۰ء کو کل ہند سیمنار (دہلی) منعقد کیا، مولانا مفتی سید شاہد علی رامپوری نے راقم کی کتاب مفتیِ اعظم اور ان کے خلفاء پر مقدمہ لکھا جس کی اہلِ علم میں بہت پذیرائی ہوئی۔ مفتی محمد اعظم نوری نے ماہنامہ دامنِ مصطفیٰ (بریلی)، مولانا یٰسین اختر اعظمی نے حجاز جدید (دہلی) کے نمبر شائع کیے۔ مولانا مبارک حسین مصباحی نے مفتیِ اعظم اور تحریکِ الجامعۃ الاشرفیہ کے عنوان سے ماہنامہ اشرفیہ میں ایک معلوماتی اداریہ لکھا، مولانا ذوالفقار علی خاں نوری نے ماہنامہ سُنّی دنیا (بریلی) کے مختلف شماروں میں گراں قدر مضامین شائع کیے۔ حضرت مولانا سبحان رضا خاں قادری نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) کا نمبر شائع کیا جو ان سارے نمبروں میں زیادہ ضخیم اور مقالات کے اعتبار سے بلند ہے۔ عالمِ باعمل مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی (شیخ الادب منظرِ اسلام) نے مفتیِ اعظم کو ایک نئے پہلو سے متعارف کرانے کی مہم شروع کی، جس کی پہلی کوشش مناقبِ مفتیِ اعظم کی شکل میں آگئی۔ ناشرِ سُنّیت حاجی قربان علی بیسلپوری نے فتاویٰ پر کام کیا، صوفی اقبال احمد نوری نے حیاتِ مفتیِ اعظم کی اشاعت کی۔

آخر میں مگر پورے خلوص سے ہمدردِ ملّت محترم محمد سعید نوری کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے جن کی جدوجہد اور تعاون سے صدسالہ جشنِ ولادت کی تقریبات پیش کی جارہی ہیں۔ اگر راقم قاری نورالحسن نوری بہرائچی شیخ التجوید منظرِ اسلام بریلی اور مولانا امین القادری بریلوی کا شکریہ ادا نہ کرے تو بڑی ناسپاسی ہوگی۔

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی
ادارہ تحقیقاتِ مفتیِ اعظم۔ قادری مسجد
گلی منیہاران۔ بریلی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

زمین شدتِ تپش سے مغلوب ہوکر جب پیاسی ہوتی ہے —— لہلہاتی ہوئی کھیتی دھوپ سے پیلی پڑ جاتی ہے —— گلاب کے گلِ خوش ربا کی خوشبو کم ہوجاتی ہے —— بیلا اور چمپا کی البیلی نئی رنگینیاں دیکھنے کو نہیں ملتیں —— سبزہ زار گھاس جانوروں کے لیے خشک ہوکر خار کی مانند ہو جاتی ہے —— تو اس وقت گھن گرج بادلوں کی موسلا دھار بارش کی ضرورت پڑتی ہے۔

تاریکیٔ شب کی چادر بسیط ہوتی ہے، تو صبح کا اجالا پھوٹ پڑتا ہے —— تاریکی میں ڈگمگانے والے لوگ جب راستہ نہیں پاتے، ہر طرف ظلمت ہی ظلمت نظر آتی —— اور سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے میں دیر ہوتی ہے تو لوگوں کے دل تلملا اٹھتے ہیں —— اور بس ایک پرنور ضیاء کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

بندگانِ خدا میں جب گمراہی پھیلتی ہے اور نافرمانی عام ہوجاتی ہے —— قوم قرآنِ عظیم کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتی —— اللہ تعالیٰ کے وضع کیے ہوئے احکام کی تعمیل نہیں کرتی —— جب عالمی نظام اور آئینی قوانین کی خلاف ورزی کرنے میں حد سے گزر جاتی ہے —— تو ربِ کریم کی رحمتِ بے پایاں متوجہ ہوتی ہے —— اور اسی وقت ان کی رہنمائی اور رہبری کے لیے —— ان کی رشد و ہدایت کے واسطے —— ان کے معاشرے اور تہذیب و تمدن کو سدھارنے کے لیے —— معاشرتی، اخلاقی اور ثقافتی زندگی کے لیے —— دنیوی اور اخروی زندگی کے لیے، خداوندِ قدوس ایک رہبر

بھیجتا ہے ـــــ جو صحیح معنیٰ میں ان کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے ـــــ رہنما آتا ہے، جو ان کی بگڑی ہوئی معاشرتی زندگی کو سدھارتا ہے ـــــ صاف دل اور پاک باطن آتا ہے، جو اُن کے زنگ آلود دلوں کو صاف وشفاف کر دیتا ہے ـــــ رُوحانی، ایمانی اور ایقانی تحفہ لاتا ہے، جو بگڑے ہوئے ماحول کے لیے ایک تحفۂ نایاب ثابت ہوتا ہے ـــــ وہ ایسا نظام لاتا ہے جو نظام سارے نظاموں میں بہتر ہوتا ہے ـــــ وہ ایسا قانون پیش کرتا ہے جو قانون سارے قوانین میں اعلیٰ ہوتا ہے ـــــ وہ ایسا اصول عطا کرتا ہے، جو سارے اصولوں میں بہتر ہوتا ہے ـــــ اس کا آئینہ سارے آئینوں کو دھندلا دیتا ہے ـــــ اس کا چمکتا ہوا شیشہ آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے ـــــ اس کا ضابطۂ حیات، سارے ضوابط میں اعلیٰ ہوتا ہے ـــــ اس کا وجودِ مسعود پوری کائنات کے لیے باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔

ان رہبروں کا مقدس قافلہ قرناً بعدِ قرنٍ انبیاءِ کرام و رسولانِ عظام کی شکل میں آتا رہا ـــــ جو احکامِ خداوندی سے آگاہ کرتا رہا ـــــ پیغامِ بیداری سناتا رہا ـــــ نور کی شعاعوں سے لوگوں کو منور کرتا رہا ـــــ بگڑے ماحول کو سُدھارتا رہا ـــــ اچھے نیک طور طریقے پر انسانوں کو لاتا رہا ـــــ انسانوں کو رب کی نافرمانیوں سے بچاتا رہا ـــــ اور گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتا رہا ـــــ روحی فداہ، حبیب کردگار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت و رسالت کے آخری تاجدار ہیں۔

عہدِ رسالت سے پیشتر بندگانِ خدا کی رہنمائی کے لیے برابر انبیاء و رسل کی آمد آمد ہوتی رہی ـــــ حتیٰ کہ آفتابِ رسالت کا ظہور ہوا ـــــ اس وقت جبکہ کہیں مسئلۂ تثلیث پر رنگ آمیزیاں کی جارہی تھیں ـــــ لڑکیوں

کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا ـــــ لڑکی کا گھر میں پیدا ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا وغیرہ وغیرہ ـــــ غرضیکہ ہر جہالت اور گمراہی عام ہو چکی تھی ـــــ سیدنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کریمی سے بندوں کی مایوسی دیکھی نہ گئی ـــــ چنانچہ جہاں انبیاءِ کرام کا سلسلہ ختم کیا وہیں پر اپنے فضلِ بے نہایت سے ولایت، غوثیت، قطبیت کے دروازے کھول دیئے ـــــ اور عہدِ نبوی سے لے کر آج تک اولیاءِ امت میں غوث و قطب اور علماءِ حق کا برابر ظہور ہوتا رہا۔

ان مقدس ہستیوں نے دنیا کے دگرگوں حالات کو سنوارا ـــــ ان کے اخلاق و کردار کی درستگی اور ایمان کی پختگی کے لیے بے انتہا سعی ـــــ اور کوششِ بلیغ فرما کر قدم قدم پر اللہ کے گمراہ بندوں کو حق و صداقت ـــــ اور ایمان و عرفان کی نشاندہی کی ـــــ ان شخصیات نے مکمل طور پر فریضۂ تبلیغ و ہدایت کا حق ادا کیا ـــــ ان مصلحینِ امّت میں مفتیِ اعظم مولانا الشاہ مصطفٰی رضا نوری بریلوی کی بلند و بالا شخصیت صفحۂ دہر پر مہر و ماہ کی طرح درخشندہ و تابندہ ہے جن کے فضل و کمال کی ضیاء پاشیوں سے آج زمین کا چپّہ چپّہ تابناک ہے ـــــ جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، اخلاص و ایثار، عشق و محبتِ رسول، عبادت و ریاضت، خلوص و للّٰہیت اور خدمتِ دینِ متین کا چہار عالم میں شہرہ ہے ـــــ وہ اپنے زمانے میں بے مثال، بے نظیر اور لاجواب تھے ـــــ جن کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا ـــــ کوئی نظیر نہیں لا سکتا ـــــ مجاہدات و ریاضات میں کوئی جواب نہیں لا سکتا ـــــ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ـــــ "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبی جیسے ہوں گے"۔

علماءِ امت کی یہ شرافت و فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے ـــــ

اور فضیلت وعظمت کی یہ شان مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی ذات ستودہ صفات میں بدرجۂ اتم واکمل موجود ہے ـــــ مفتیِ اعظم کی شخصیت کسے نہیں معلوم؟ ـــ سب کو معلوم ہے کہ وہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقتِ صبح صادق بریلی میں تشریف لائے ـــــ مفتیِ اعظم کی ولادت کا سنِ ہجری اس آیتِ کریمہ سے نکلتا ہے ـــــ "وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی".

امام احمد رضا بریلوی نے مفتیِ اعظم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کی ـــــ "اے مالکِ بے نیاز! ـــــ اے ربِّ کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے"۔

مفتیِ اعظم کے والدِ ماجد امام احمد رضا معقولات ومنقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری، مفکر، محدث اور بلند پایہ فقیہ تھے ـــــ انھوں نے ہر فن میں گیارہ سو یادگاریں چھوڑی ہیں ـــــ امام احمد رضا صحاحِ ستّہ کے حافظ تھے۔ نہیں! بلکہ ان کی دوربیں نگاہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل پر تھی۔

---

مفتیِ اعظم کی ولادت سے پہلے امام احمد رضا اپنے مرشدِ برحق سیّدنا آلِ رسول مارہروی کے مزارِ اقدس کی زیارت، اور قدوۃ السالکین سیّدنا ابوالحسین نوری سے ملاقات کے لیے مارہرہ تشریف لے گئے تھے ـــــ ولادت سے ایک روز پہلے والدِ ماجد نے دیارِ مرشد میں خواب دیکھا ـــــ فرزندِ ارجمند کی ولادت ہوئی ہے اور خواب ہی میں نام آلِ الرحمٰن تجویز ہوا ہے ـــــ اور حسن خوبی یہ دیکھیے کہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی شب میں دونوں بزرگوں کو مفتیِ اعظم کی ولادت کی نوید دی گئی ـــــ اور نومولود کا نام آلِ الرحمٰن بتایا گیا ـــــ خواب سے بیداری پر جب دونوں بزرگ مسجد پہنچے، تو مسجد کے دروازے پر ہی دونوں

بزرگوں کی ملاقات ہوگئی ـــــ اور وہیں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی ـــــ فجر کی نماز کے بعد حضرت سید ابوالحسین احمد نوری نے امام احمد رضا سے ارشاد فرمایا ـــــ "مولانا صاحب! آپ اس بچّے کے ولی ہیں، اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخلِ سلسلہ کرلوں" ـــــ امام احمد رضا نے عرض کیا: "حضور! یہ غلام زادہ ہے اسے داخلِ سلسلہ فرمالیا جائے" ـــــ قدوۃ السالکین سیّد ابوالحسین احمد نوری نے مصلّے ہی پر بیٹھے بیٹھے امام احمد رضا کے نورِ نظر، لختِ جگر آل الرحمٰن اور مستقبل کے مفتیِ اعظم کو غائبانہ داخلِ سلسلہ فرمالیا ـــــ سیدنا ابوالحسین احمد نوری نے امام احمد رضا کو اپنا عمامہ اور جبہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ـــــ "میری امانت آپ کے سپرد ہے، وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہو جائے تو اسے دے دیں ـــــ مجھے خواب میں اس کا نام آل الرحمٰن بتایا گیا ہے ـــــ لہذا مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے، وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچّہ ہے ـــــ میں پہلی فرصت میں بریلی حاضر ہوکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔"

دوسرے روز جب ولادتِ باسعادت کی خبر مارہرہ مطہرہ پہنچی، تو سیّدنا ابوالحسین احمد نوری نے نومولود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب فرمایا ـــــ امام احمد رضا اسی روز مارہرہ مطہرہ سے بریلی پہنچے ـــــ بیٹے کو گلے اور سینے سے لگایا ـــــ اور پیشانی چوم کر کہا ـــــ "خوش آمدید ولی کامل" ـــــ ایک ولیِ کامل اور واصل الی اللہ نے نومولود بچّے کو پہچان لیا کہ یہ ولی کامل ہے ـــــ اور مستقبل کی بشارت دی کہ "یہ دینِ متین کی ظاہری و باطنی خدمت کرے گا۔"

امام احمد رضا نے ساتویں روز محمد نام پر بیٹے مفتیِ اعظم کا عقیقہ کیا ـــــ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکتوں اور سعادتوں کا کوئی شمار ہی نہیں کرسکتا ـــــ اِس نامِ پاک کی برکتوں اور سعادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا میں جو مومن اِس

نام کے ساتھ موسوم ہیں، وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ——— حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کرے گا، اے محمد کھڑے ہو کر جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ ——— تو ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام محمد ہے ——— یہ خیال کر کے کہ یہ بلاوا میرے لیے تھا ——— پھر حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے پیشِ نظر اس کو روکا نہ جائے گا ——— مگر ان برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ امام احمد رضا کی نگاہِ بصیرت نے اسمِ محمد پر عقیقہ کرتے ہوئے کچھ اور بھی دیکھ لیا تھا ——— اور لوحِ محفوظ کا یہ راز آشکارا ہوا، جب مفتیِ اعظم نے ۹۲ سال کی عمر میں وصالِ حق فرمایا اور عمر کو اسم محمد کا عدد پایا ——— حد یہ کہ جب مفتیِ اعظم بستر پر آرام کرتے، تو جسم کی حالت اور کیفیت اس طرح ہوتی کہ جسم محمد کی شکل اختیار کر جاتا:

مفتیِ اعظم کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا ——— محبت تھی ——— عقیدت تھی ——— لگاؤ تھا ——— اور مفتیِ اعظم سراپا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تصویر تھے ——— تعلیماتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے کے لیے اپنی حیات وقف کر دی ——— اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو دعوت اور تعلیماتِ رسولِ اکرم کو اجاگر کرنے کے لیے بیدار رکھا ——— اور ہر وقت متحرک رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے ——— "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے ——— اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو زبان سے اس کی برائی بیان کرے ——— اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھے ——— اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

اور اسی امر کو قرآنِ عظیم نے اپنے فصیحانہ، بلیغانہ انداز میں یوں بیان کیا

ہے ـــــ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ـــــ یہ کیسی آواز ہے ـــــ ذرا سنو قرآنِ کریم فرمارہا ہے ـــــ غور و فکر سے سنو ـــــ یہی وہ آیتِ کریمہ ہے اور یہی وہ حدیثِ مبارکہ ہے ـــــ جس نے مفتیِ اعظم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ـــــ اور ان کے ضمیر نے گوارا نہ کیا ـــــ ۱۳۹۷ھ ، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۷ء ، ۱۹۷۶ء کے دورِ پُرفتن میں کود پڑے ، اور اعلاءِ کلمۃ الحق کی صدا بلند کی ـــــ یہ دور اسلامیانِ ہند کے لیے ایک بھیانک طوفان کا دور تھا ـــــ برِّ صغیر کے مسلمانوں کی آزمائش کا دور تھا ـــــ علماء ، صوفیاء اور مفتیانِ کرام کو چونکا دینے والا دور تھا ـــــ اور یہ دور ایسا دور تھا جس نے حق و باطل کے درمیان ایک خطِ فاصل کھینچ دیا ـــــ ایک جانب اندرا گاندھی نے نسبندی کے جواز کے لیے مفتیانِ کرام کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی کوشش شروع کی ـــــ پورا ہندوستان افراتفری کا شکار ہو چکا تھا ـــــ مسلمان اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ڈگمگا رہے تھے ـــــ مسلم تو مسلم ، غیر مسلم بھی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے ـــــ حکام کا مطالبہ تھا کہ " نسبندی خود کراؤ یا اپنے عوض میں دوسرے کی کرواؤ ، ورنہ نوکری و ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤ " ـــــ دوسروں کی کیا بات کروں ، راقم کے چچا نے گورنمنٹ کی ملازمت سے ہاتھ دھوئے ـــــ صرف اس بنا پر کہ " نسبندی حرام ہے ، ہم نسبندی کسی قیمت پر نہیں کروائیں گے "

دوسری طرف دار العلوم دیوبند کے لالچی ، اور کانگریس کے ہاتھ نام نہاد مولویوں نے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا ـــــ دار العلو فتویٰ نے پورے ہندوستان میں آگ لگادی ـــــ ان کا تو آبائی

حکومت کی جائز یا ناجائز تائید کی جائے ـــــ اور اپنے مفاد کے پیشِ نظر قرآن و حدیث کی بے جا تاویل کی جائے ـــــ یہی وجہ تھی کہ دار العلوم دیوبند کے صد سالہ جشن میں اندرا گاندھی نے تقریر کی ـــــ جو علماءِ دیوبند کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے ـــــ ان حرص و طمع کے پیکروں نے اپنے شکم کو روپیوں سے نہیں بھرا بلکہ آگ کے انگاروں سے پُر کیا ـــــ انھوں نے اپنے پیٹ کو دنیا ہی میں جہنم کا گڑھا بنا ڈالا ـــــ کانگریسی مفتیان نے قرآنِ عظیم کے فرمان کو اپنے قلم سے بدل ڈالا ـــــ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرا بھی خیال نہ آیا ـــــ نہ معلوم اس وقت دیوبند کی درس گاہوں کی گونج کہاں سو چکی تھی؟ ـــــ ان کا ضمیر کون سے سمندر میں غوطہ لگا رہا تھا؟ ـــــ جب حکومت کی منشاء کے مطابق لکھا ہوا فتویٰ جو صراحتاً قرآن و حدیث کے خلاف تھا ـــــ ریڈیو اخبارات کے ذریعہ خوب تشہیر کی جا رہی تھی۔ ہندوستان کا مسلمان اس وقت ایسے نازک موڑ پر آ چکا تھا، جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی ـــــ پوری قوم ایسے امیرِ کارواں کی تلاش میں تھی، جو اسے سہارا دے ـــــ ایمان و اعتقاد کی اجڑتی ہوئی کھیتی کو لالہ زار بنائے ـــــ

ـــــ اس حال میں پاسبانِ ناموسِ رسالت ـــــ ملتِ اسلامیہ کے عظیم مجاہد ـــــ علماءِ امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کی عملی تصویر ـــــ عاشقِ رسول، مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی اپنے علمی و روحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کھڑے ہوئے ـــــ مفتیِ اعظم نے بے باکی اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا ـــــ "نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے" ـــــ

ـــــ اگرچہ ذرائعِ ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا ـــــ مگر مفتیِ اعظم نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدمِ جوازِ نسبندی کو چھپوا کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا ـــــ اندیشۂ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر مفتیِ اعظم کا

جرأت مندانہ اقدام ـــــ دینِ مصطفیٰ اور حفاظتِ شریعتِ محمدیہ کا ذریعہ بن گیا ـــــ ظالم و جابر ایمرجنسی کے دور میں مفتیِ اعظم کے فتویٰ کے مقابلے میں بے بس ہو کر رہ گیا ـــــ اور ہوا یہ کہ حکومت خود بخود ختم ہو گئی۔

---

انگریزی دورِ اقتدار نے برّصغیر کے مسلمانوں کو بے سروپا کر دیا ـــــ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی ـــــ اور گاندھی جی نے ہندوستان کے بے دست وپا مسلمانوں کو انگریزوں سے لڑا کر ختم کرنے کی کوشش کی ـــــ اور مسلمانوں کو ہندوستان سے جلاوطن کر کے دور رکھنے کی کوشش کی ـــــ سکھوں کی پشت پناہی انگریز کر رہے تھے ـــــ بدبخت انگریزوں کے ایماء پر ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے مسجد شہید گنج لاہور (پاکستان) کو مسمار کر دیا ـــــ اور یہ دعویٰ کیا کہ "یہ عمارت اور جگہ گوردوارہ کی ہے ـــــ مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے" ـــــ مسجد کے انہدام پر برصغیر کے مسلمان تڑپ اٹھے ـــــ مسلمانوں کی غیرت و حمیت نے للکارا تو انھوں نے مسجد کی واگزاری کے لیے جلسے جلوس کا سلسلہ شروع کر دیا ـــــ بدقسمتی سے مجلسِ احرار نے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی میں نہ صرف عدم شرکت کی، بلکہ اس خالص اسلامی تحریک کی مخالفت کی ـــــ اور یہ پروپیگنڈہ کیا کہ "اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں ـــــ جو مسلمان اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، ان کی موت حرام کی موت ہے، وہ شہید نہیں"۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ / ۲۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج لاہور (پاکستان) کی بازیابی کے ضمن میں ہلاک ہونے والے ـــــ اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک استفتاء مفتیِ اعظم کی خدمت میں آیا ـــــ مفتیِ اعظم

نے دلائلِ شرعیہ سے مفصل طور پر ثابت کیا ——— "اس تحریک میں حصہ لے کر مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو سکھوں سے آزاد کرائیں ——— اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا ندرانہ پیش کر چکے ہیں، وہ شہید ہیں"۔ ؎

امام احمد رضا بریلوی کو آزادیٔ ہندوستان سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ مستقبل قریب میں ہندوستان کو آزادی ملے گی ——— چنانچہ اوائل شعبان ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا سے پوچھا گیا ——— اگر ہندوستان کو برطانوی حکومت سے نجات ملی تو قاضی شرع اور مفتی شرع کا تقرر کیسے ہو گا؟ ——— فرمایا "غور کروں گا" ——— پھر ایک روز خلافِ معمول بیٹھک میں تخت پر مخصوص نشستوں کا اہتمام کیا، اور خود سامنے تشریف فرما ہوئے ——— ارشاد فرمایا "ملک انگریزوں کے تسلط سے ضرور آزاد ہو گا ——— جمہوری بنیادوں پر اس ملک کی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا" ——— پھر اچانک فرمایا ——— "اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر ان دونوں (مولانا امجد علی اعظمی، مفتی اعظم) کو نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں ——— ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہو گی جو ایک قاضیِ اسلام کی ہوتی ہے" ——— اور ساتھ ہی ان کو مخصوص نشست پر بٹھایا ——— پھر قاضی اسلام کی مدد کے لیے مفتیِ شرع مولانا برہان الحق رضوی جبل پوری (بن مولانا عبدالسلام رضوی) کو نامزد کیا ——— اپنے سامنے

---

؎ یہ فتوی فتاویٰ مصطفویہ ج دوم میں درج ہے، الحاج محمد قربان علی رضوی بیسلپوری مکتبۂ رضا ۳۱۹ گھیر شیخ مٹھو بریلی سے طبع کرا چکے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اس کام کے لیے قلم و دوات وغیرہ سپرد فرمایا۔

دوسرے ہی دن دار القضاء شرعی مرکز بریلی کو عملی جامہ پہنایا گیا ــــــ مجلس دار القضاء سجائی گئی ــــــ وہ سماں ہی عجیب تھا ــــــ وہ منظر ہی غریب تھا ــــــ کہ امام احمد رضا کی سرپرستی میں پہلی مجلس کا انعقاد ہوا ــــــ قاضیِ اسلام مولانا امجد علی اعظمی، مفتیِ اعظم رونق افروز ہوئے ــــــ مفتیِ شرع مولانا برہان الحق جبل پوری جلوہ فگن ہوئے ــــــ پہلی نشست میں وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ کیا گیا۔

---

فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے ــــــ اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کے ذریعہ بندے کی عزت بڑھاتا ہے ــــــ اور جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے" ــــــ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ــــــ "کوئی آدمی ایسا نہیں مگر اس کے ساتھ فرشتے ہیں، اور انسان پر فہم و فراست کا نور ہوتا ہے ــــــ جس سے وہ فرشتے اس کے ساتھ رہتے ہیں ــــــ اگر وہ انسان تکبر کرتا ہے تو وہ اس سے حکمت چھین لیتے ہیں ــــــ اور کہتے ہیں، اے اللہ! اسے سرنگوں کر ــــــ اور اگر وہ تواضع و انکساری کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے، اے اللہ! اسے سربلند کر" ــــــ بس ایسا ہی حال مفتی اعظم کا ہے کہ برتری فضل و کمال، علم و دانش ــــــ دولت و ثروت کے باوجود بھی تواضع و انکساری کی راہ اختیار کی ــــــ اور یہ عاشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندگی بھر "فقیر مصطفیٰ رضا قادری"، لکھتا رہا ــــــ مفتیِ اعظم کا مزاج بہت سادہ اور صاف ستھرا تھا ــــــ بچوں پر شفقت، بڑوں کی تعظیم و تکریم اور سادات کرام کی توقیر ان کو ورثے میں ملی تھی ــــــ اگر مفتیِ اعظم کو معلوم ہو جاتا کہ یہ شخص سیّد ہے، تو مفتیِ اعظم کھڑے

ہو کر خیر مقدم کرتے ــــــ اور اپنی نشست پر بٹھاتے، خاطر و مدارات کرتے، ہاتھوں کو بوسہ دیتے ــــــ یہیں تک بس نہیں، عینی شاہدین کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق معلوم ہوجاتا کہ یہ مدینہ منورہ یا بغداد مقدس سے آئے ہوئے ہیں ــــــ تو مفتی اعظم ان کے قدموں کو بوسہ دیتے ــــــ ان کے ہاتھوں کو چومتے ــــــ اور دعاؤں کے لیے درخواست کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص خاموش رہا، اس نے نجات پائی" ــــــ سکوت و کم گوئی سے انسان کے وقار و عظمت میں اضافہ ہوتا ہے ــــــ خاموشی کی ستائش حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں فرماتے ہیں ــــــ "احمق کا قلب اس کے منہ میں ہے ــــــ اور عاقل کی زبان اس کے قلب میں ہے، جب عقل کامل ہوتی ہے تو کلام کم ہو جاتا ہے" ــــــ مفتی اعظم بالکل خاموش طبع واقع ہوئے تھے ــــــ ظاہری طور پر حاضر باشوں کو باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، مگر وہ اپنی سر کی آنکھوں سے انسانوں کے ظاہری، باطنی احوال و کوائف دیکھتے تھے ــــــ وہ اپنی باطنی آنکھوں سے ایسی اصلاح فرماتے کہ دل کی دُنیا بدل جاتی ــــــ غیر مسلم پر نظر ڈالی، تو مشرف بہ اسلام ہو گیا ــــــ غیر متشرع پر نظر جمائی تو متشرع بنا دیا ــــــ بے عمل پر نگاہ ڈالی، باعمل بنا دیا۔ اور مفتی اعظم ہند و پاک کے ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کے رہبر کامل تھے ــــــ ان کی نگاہ شش جہات عالم پر ہوتی تھی ــــــ ان کے خاموش لبوں میں نکات و رموز پنہاں ہوتے تھے۔ ان کی خاموش بیانی میں ارتقائی منازل نظر آتے تھے۔

اسلام دشمن، مسلم اتحاد کو پاش پاش کرنے ــــــ اور اسلام کے شیرازے کو منتشر کرنے کے لیے پنڈت شردھانند نے ۱۹۲۳ء میں شدھی سنگٹھن تحریک چلائی ــــــ جو مسلمانوں کو مرتد بنانے کی تحریک تھی ــــــ جو لادینیت پھیلانے کی تحریک تھی

جو مسلمانوں کو دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منحرف کر کے ہندو بنانے کی تحریک تھی ــــــ تحریکِ شدھی نے ایسی آگ لگی کہ ضعیف الایمان لوگوں نے اپنا ایمان کھو دینے کا ارادہ کیا ــــــ جن کا ایمان مضبوط تھا ان کو روپے کا لالچ دیا گیا ــــــ اور جو لوگ کمزور تھے مگر ان کے ایمان پختہ تھے، ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ــــــ مسلم راجپوتانہ کی ساری قوم کو بربادی اور تباہی کے دہانے پر لگا دیا گیا ــــــ فرزندانِ توحید و اسلام کے پاک دلوں کو نورِ ایمان اور امانتِ توحید کے بجائے ظلمتِ کفر اور گندگیِ شرک سے ملوث کیے جانے کا عزم کیا گیا

اس وقت بہی خواہانِ ملتِ اسلامیہ سخت اضطراب کے عالم میں تھے ــــــ کہ ہے کوئی ہماری رہنمائی کرنے والا؟ ــــــ یک بیک مفتیِ اعظم نے لبیک کہا ــــــ اور ان کی رہنمائی کی عنان اپنے مضبوط ہاتھوں میں لی ــــــ مفتیِ اعظم نے بے تابانہ تعاقب کر کے اس کا قلع قمع کر دیا، تحریکِ شدھی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور سرکوبی کی ــــــ مفتیِ اعظم نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی سرپرستی قبول فرما کر بے لوث خدمات انجام دیں اور ہر طرح تعاون فرمایا ــــــ جماعت انصار الاسلام بریلی کے رکنِ رکین تھے ــــــ جماعت اظہار الاسلام، جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور اور انجمن خدام الصوفیہ پنجاب وغیرہ کی اعانت فرمائی ــــــ مفتیِ اعظم تحریکِ شدھی کے انسداد میں پیش پیش رہے ــــــ اکابر علماء و مشائخ نے مفتیِ اعظم کا ہاتھ بٹایا ــــــ ○ حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں بریلوی ○ امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ــــــ ○ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین رضوی مرادآبادی ــــــ ○ صدر الشریعہ مفتی امجد علی رضوی اعظمی ــــــ ○ برہانِ ملت مفتی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری ○ شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی ــــــ ○ حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مدیر ماہنامہ الرضا بریلی ــــــ ○ امام احمد رضا کے پیش کار مولانا سید ایوب علی

رضوی بریلوی ــــ ○ مفتیِ پاکستان مولانا ابو البرکات سیّد احمد قادری ناظمِ اعلیٰ حزب الاحناف لاہور ــــ ○ مولانا قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی ــــ ○ مولانا سیّد حمایت رسول رضوی بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے اسماءِ گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

○

مفتی اعظم علم و فضل میں شہرۂ آفاق ــــ معقولات میں بحرِ ذخّار ــــ منقولات میں دریائے ناپیدا کنار، فقہ و روایت میں امیر المؤمنین ــــ اور سلطنتِ قرآن و حدیث کے مسلم الثبوت وزیر المجتہدین تھے ــــ مفتیِ اعظم نے ایک سو کے قریب اپنی قلمی یادگاریں چھوڑی ہیں ــــ تصنیف و تالیف میں ایک وافر ذخیرہ موجود ہے ــــ مذہبیات میں بھی اور سیاسیات میں بھی ــــ ان کا قلم دونوں پر یکساں رواں دواں رہتا تھا ــــ مگر وہ ناپاک سیاست سے بہت دُور رہتے تھے ــــ ان کو نفرت تھی، دلی نفرت ــــ وہ ضمیر کو بیچنا نہیں چاہتے تھے ــــ وہ ملّت کے سچّے ہمدرد و محسن تھے ــــ ضمیر فروش علماء سے بے حد دل برداشتہ رہتے، ان کی صورت تک دیکھنا پسند نہ تھی۔

امام احمد رضا بریلوی کے ملفوظات چار جلدوں میں مُرتّب کر کے ہم مہجوروں کو امام احمد رضا کی محفل میں بٹھا دیا ــــ فراق میں وصال کا لطف آگیا ــــ جو پڑھتا ہے مجلسِ رضا کا حظ اٹھاتا ہے ــــ اور بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ "ارے! احمد رضا کی ہر بات قرآن و حدیث سے تلی ہوتی ہے ــــ ان کی علمی مجلس سے اسلاف و اخلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے ــــ مرشد کے وصال کے بعد مریدین اُس مجلس کا خواب دیکھتے ہیں جو وہ حیاتِ ظاہری میں پاتے تھے ــــ امام احمد رضا کے عہدِ قریب کے لوگوں نے مجلسِ رضا میں شرکت کی ــــ مفتیِ اعظم کا بڑا احسان ہے کہ عالمِ اسلام کے کروڑوں مسلمانوں کو مجلسِ رضا میں پہنچا دیا ــــ

○ وقعات السنان (۱۳۴۰ھ) لکھ کر مولوی اشرف علی تھانوی کے چہرے پر ایک ضرب کاری لگائی ـــــ جس کا وہ جواب دینے سے زندگی بھر قاصر رہے
○ وقایہ اہل سنۃ (۱۳۳۲ھ) پیش کر کے دیوبندی وہابی کے فتنہ واہیات کا مکرو فریب اجاگر کیا ـــــ اور بتایا اے بھولے سُنّی مسلمانو، اے مصطفیٰ کے متوالو، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقو اس فتنہ دیوبندیت کے فریب میں مت آنا ـــــ ورنہ تمہارا ایمان سلب ہو جائے گا ـــــ ○ الہٰی ضرب بہ اہل الحرب (۱۳۳۲ھ) کو لکھ کر مولوی رشید احمد گنگوہی کو خاموش و مسکت کر دیا ـــــ ○ القول العجیب (۱۳۳۹ھ) نے اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنے والوں کے عدم جواز پر طمانچہ لگایا ـــــ اور یہ ثابت کر دیا کہ اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ثواب ہے اور عہد صحابہ سے ثابت بھی ہے ـــــ ○ ۱۳۴۲ھ میں بعض مفاد پرست لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی ـــــ مفتی اعظم نے حجۃ واھرۃ لوجوب الحجۃ الحاضرۃ (۱۳۴۲ھ) میں ان لیڈروں کا بالغ رد کیا ـــــ اور فرضیت حج کے بعد فی الفور حج کی ادائیگی واجب قرار دی ـــــ ○ القسورہ علی ادوار الحمرۃ الکفرۃ (۱۳۴۳ھ) کو پیش کر کے پاکستانی شاعر کو دعوت توبہ دی ـــــ اور اس کے تین کفری شعروں کا بالغ رد فرمایا، جس پر بیس اکابر علماء اہل سنت کی تصدیق ثبت تھی ـــــ ○ حمد باری تعالیٰ، نعت و منقبت، غزل، رباعیات میں طبع آزمائی کی اور سامان بخشش (۱۳۵۴ھ) عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا۔

○ ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک کے فتاویٰ حاجی قربان علی رضوی بیسلپوری (ابن مولانا عرفان علی بیسلپوری) نے مکتبہ رضا ۳۱۹ گھیر شیخ مٹھو بریلی سے دو جلدوں میں فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے شائع کیا۔ مزید باقی جلدوں پر تیزی سے کام جاری ہے ـــــ مفتی اعظم نے سیاست میں بھی حصہ لیا، مگر گندی سیاست سے نفرت کرتے رہے ـــــ

مذہبی سیاست کو اپنایا، سیاست سے متعلق مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلات کو الطاری الداری لہفوات عبدالباری کے نام سے تین حصّوں میں مرتب کر کے مؤرخین کے لیے ایک تاریخی دستاویز مہیّا کر دی ــــــ خود امام احمد رضا نے رباعی میں اس تالیف کا ذکر کیا ہے ؎

زہے علم و فن جناب عبدالباری ــ خوش سکّہ زن جناب عبدالباری
یک کو دکِ من طاری داری بتو بشکست ــ دنداں شکن جناب عبدالباری

جو بھی اس کتاب کو پڑھتا ہے اس کو ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ــــــ کہ میدانِ سیاست میں مفتیِ اعظم نے کیا کیا کر چھوڑا ہے!

ــــــ ○ ــــــ

مفتیِ اعظم کی حیاتِ طیبہ جلوۂ ہزار رنگ ہے ــــــ انھوں نے تعلیماتِ قرآن اور احکامِ خداوندی کی اشاعت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا تھا ــــــ ان کے انمول اقوال و ارشادات میں سے چند ملاحظہ ہوں ــــــ ○ لوگ ریاضتوں کی ہوس کرتے ہیں، کوئی ریاضت و مجاہدہ، ارکان و آدابِ نماز کی رعایت کرنے کے برابر نہیں ــــــ خصوصًا پانچوں وقت مسجد میں نمازِ باجماعت ادا کرنا ــــــ ○ بس صبح و شام ڈاڑھی منڈانا، اور بس صبح و شام ڈاڑھی صاف کرنا ان کا معمول بن گیا ہے ــــــ اور اپنے گھروں میں برکت تلاش کرتے ہیں؟ برکت کی شکایت کرتے ہیں؟ ــــــ ○ مسلمان بدنصیب نہیں ہوتا، ہاں کم نصیب ضرور ہوتا ہے ○ لوگ بہت وزنی وزنی چیز اٹھا لیتے ہیں، مگر ڈاڑھی کا وزن نہیں اٹھتا ــــــ ○ لوگ انڈیا گورنمنٹ کو سرکار کہتے ہیں؟ سرکار تو صرف مدینہ والے ہیں، ○ ٹائی باندھنا قرآن کا رد ہے ــــــ یہ انگریزوں کی دی ہوئی لعنت ہے ○ مسلمانوں کو چاہیے کہ کچہری کو عدالت، اور سکھ کو سردار نہ کہیں

○ مسلمان اسلامی لباس پہنیں، جس سے ان کا مسلمان ہونا ظاہر ہو ○ قہقہہ لگا کر نہ ہنسیں ـــــ گلے کے بٹن کھلے نہ رکھیں ـــــ مغرورانہ انداز میں بیٹھیں اور نہ چلیں ـــــ قریب بیٹھے ہوئے مسلمان کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھو سوائے محفل میلاد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

سامانِ بخشش کا ورق الٹیے اور عشق کی وارفتگی سے جھوم جائیے ـــــ ہر نعت ومنقبت اپنے اندر جو شیفتگی، دل نشینی، جذبات کی فراوانی سمیٹے ہوئے ہے، وہ ایک سچے عاشقِ زار کے دلِ سوختہ کی آواز ہے ـــــ ایک ایسی پُرسوز آواز جو ہر ذرۂ کائنات کو اس محبوب کے عشق ومحبت میں جلنے، اور مٹنے پر آمادہ کرتی ہے ـــــ مفتیِ اعظم کی پوری زندگی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار تھی ـــــ اسی لیے ان کے اشعار میں بکثرت قرآنی آیات، احادیثِ نبوی کے حوالے ملتے ہیں ـــــ اور حقیقت یہ ہے کہ مفتیِ اعظم نے شاعری قرآن وحدیث سے سیکھی ہے۔

شاعری کا اصل سرمایہ عشقِ رسول ہے وہ سچے عاشقِ رسول تھے ـــــ یہ عشق جس کے دل میں گھر کر جائے اسی کو عاشقِ صادق کہتے ہیں، عشق ہی کی وجہ سے انسان اپنے محبوب کا مطیع وفرماں بردار ہو جاتا ہے ـــــ اور پورے انشراحِ صدر، خلوصِ قلب کے ساتھ محب اپنے محبوب کی اطاعت میں ہمہ دم مصروف رہتا ہے، مفتیِ اعظم کہتے ہیں ؎

تو شمعِ رسالت ہے عالم ترا پروانہ — تو ماہِ نبوت ہے، اے جلوۂ جانانہ

دل اپنا چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے — کر آنکھیں بھی نورانی، اے جلوۂ جانانہ

ہر پھول میں بو تیری، ہر شمع میں ضو تیری — بلبل ہے ترا بلبل، پروانہ ہے پروانہ

مفتیِ اعظم مکہ معظمہ، مدینہ منورہ سے محبت، اور اس کی دید کی تمنا کرتے ہیں،

توصرف اس لیے کہ اس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے ـــــــ اور
چلنے کی کیفیت مفتیِ اعظم کے عاشقِ صادق ہونے پر بیّن ثبوت ہے ؎
پاؤں تھک جاتے اگر پاؤں بناتا سر کو　　　سر کے بل جاتا مگر ضعف نے جانے نہ دیا

انھوں نے اپنے قول و فعل سے کتنی ہی ایسی سُنّتوں کا احیاء کیا، جن کو مسلمانوں
نے بالکل فراموش کر دیا تھا ـــــــ یہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ثمرہ تھا
جس نے ان کی حیاتِ طیبہ کو فروزاں کیا ـــــــ جمالِ مصطفیٰ کو انھوں نے بنظرِ
غائر نئے زاویے سے دیکھا، تو اسی حالت میں عشق و مستی میں جھوم کر عرض کیا ؎

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے　　　ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
جگمگا ڈالیں گلیاں جدھر آئے وہ　　　جب چلے وہ تو کوچے بسا کر چلے

قرآنِ کریم کے متعلق کفّارِ مکّہ یہ کہتے تھے کہ "یہ کسی انسان کا کلام ہے" ـــــــ
اور اپنے کو بڑے فصیح و بلیغ، اہلِ لسان ہونے کا دعویٰ کرتے، حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو اس کی مثل کوئی دوسری آیت
بنا لاؤ" مگر ان فصحاء و بلغاء کے بڑے بڑے دعوے خاک میں مل گئے ـــــــ اور
اس کے مثل آیت لانے سے قاصر رہے، مفتیِ اعظم کتنے شگفتہ، سادہ اور سلیس
پیرائے میں بیان کرتے ہیں ؎

جن کے دعوے تھے ہم ہی ہیں اہلِ زباں　　　سُن کے قرآں زبانیں دبا کر چلے

عشق و محبت کی ایسی لگن کہ دوسری بار حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے،
تو ایک روز غارِ ثور کی زیارت کے لیے چلے ـــــــ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھتے تو
چڑھتے چلے گئے ـــــــ جوان، تندرست انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے
مفتیِ اعظم نے اس کو ڈھائی گھنٹے میں مکمل کر لیا ـــــــ اور دیکھنے والوں کو حیرت
میں ڈال دیا، اور جب گھر تشریف لائے تو چند زینے چڑھنا بھی دشوار ہو گیا ـــــــ

مفتیِ اعظم کی عربی منثور، منظوم تخلیقات مطالعہ کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ وہ عظیم فصیح البیان شاعر اور ادیب تھے، بظاہر ہندوستانی، مگر حقیقتاً حجازی تھے ــــــ ان کی عربی میں عجمیت کی ذرا سی بھی جھلک نہیں ملتی، انھوں نے ۱۹۱ اشعار پر مشتمل عربی، فارسی اور اُردو میں ایک حمد کہی جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

لَامَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ، لَامَشْھُوْدَ اِلَّا اللہ　　لَامَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ، لَامَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللہ

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جو کسی تکلیف یا سختی میں مجھ سے فریاد کرے، وہ تکلیف و سختی دُور ہو جائے گی" اب مفتیِ اعظم کی سنیئے، ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کہا جس نے یاغوث اَغِثْنِیْ تو دم میں　　ہر آئی مصیبت ٹلی غوثِ اعظم

نہیں کوئی بھی ایسا فریادی آقا　　خبر جس کی تم نے نہ لی غوثِ اعظم

حضرت غوثِ پاک قدس سرہ العزیز کے قول (میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے) کو کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں ؎

قدم گردنِ اولیاء پر ہے تیرا　　ہے تو رب کا ایسا ولی غوثِ اعظم

مفتیِ اعظم نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عقیدت و محبت میں جو پھول برسائے ہیں وہ فن کی معراج معلوم ہوتے ہیں ؎

کِھلا میرے دل کی کلی غوثِ اعظم　　مٹا قلب کی بے کلی غوثِ اعظم

تاریخ گوئی ایک سخت اور بڑا مشکل کام ہے ــــــ مفتیِ اعظم کی شخصیت بحیثیت تاریخ گو کے لاثانی ہے، تاریخ گوئی میں امامِ وقت کہے جاتے ہیں ــــــ فی البدیہہ مادّہ تاریخ نکالتے تھے، اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ عطا کیا تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، مفتیِ اعظم اتنی ہی دیر میں تاریخی مادّے فرمایا کرتے

تھے ـــــــــ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی کے انتقال پر فی البدیہہ اپنے احساسات کو منظوم فرمایا اور یوں تاریخہائے وفات کہیں ؎

مرگیا فیضان جس کی موت سے — ہائے وہ فیضِ اِنْتِما جاتا رہا
۱۳ھ ۸۲

یا مجیب اغفر لہٗ تاریخ ہے — کس برس وہ رہنما جاتا رہا
۸۲ ھ ۱۳

دیو کا سر کاٹ کر نوریؔ کہو — چاند روشن علم کا جاتا رہا
۸۲ ھ ۱۳

ایسی ہی مثالیں بکثرت ہیں ـــــــــ قاری الحاج امانت رسول رضوی پیلی بھیتی نے ۱۴۰۰ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حیات پر کتاب لکھی، اور تاریخی نام کے لیے مفتیٔ اعظم کے پاس تشریف لے گئے، لکھتے ہیں ـــــــــ " اس کتاب کو یکجا کر کے حضرت کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا اور اس کے لیے تاریخی نام رکھنے کی خواہش ظاہر کی تو مرشدِ کامل نے برجستہ تجلیاتِ امام احمد رضا تجویز فرمایا جس سے عیسوی ۱۹۸۰ء نکلتی ہے ـــــــــ زود گوئی کے سوا کلام میں روانی پائی جاتی ہے جس کا بڑا ثبوت ان کی کتابوں میں اکثر و بیشتر نام تاریخی ہیں ـــــــــ لڑکوں اور لڑکیوں کے تاریخی نام بھی رکھے۔

---

زندگی کی طرح خطوں کا دامن بھی بہت وسیع ہوتا ہے، اس میں تمام رنگ ہوتے ہیں، جو زندگی کی قوس و قزح کو تشکیل دیتے ہیں ـــــــــ ان میں ہجر کی داستانیں بیان کی جاتی ہیں، وصل کے مژدے سنائے جاتے ہیں، مصائب و آلام کا ذکر کیا جاتا ہے ـــــــــ ناکامیوں پر اظہارِ غم ہوتا ہے،

کامیابیوں پر اظہارِ مسرّت، مبارکباد دی جاتی ہے ——— اور تعزیت کی جاتی ہے، نفرت و محبت، خلوص و ریا، اور مہر و وفا غرض ہر طرح کے جذبات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔

خط شخصی چیز ہے، اس میں صرف ایک آواز اُبھرتی ہے، اور وہ ہے مکتوب نگار کی آواز، جو سو فی صدی ذاتی ہوتی ہے ——— شخصیت کے رازہائے سربستہ اس کے خطوط سے معلوم ہوتے ہیں ——— یہ آواز مکتوب نگار کی دوسری آوازوں سے مختلف ہوتی ہے ——— خط بات چیت کا ایسا ذریعہ ہے جس میں انسان خود کو نہیں چھپاتا ——— بسا اوقات جلوات و خلوات میں اتنا تضاد ہوتا ہے کہ انسان دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے، مگر مفتیِ اعظم کے خطوط سے ان کی سیرت اور تابناک نظر آتی ہے ——— یہ اس بات کی علامت و شہادت ہے کہ ان کی سیرت سچّی، اور ان کے اقوال و احوال پاکیزہ تھے ——— مفتیِ اعظم کے خطوط کو یکجا کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔

اس سلسلے میں پہلی کوشش مولانا سیّد ولی الدین رضوی نے کی، سیّد ولی الدین نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے مکتوبات کے جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا، بارہا ماہنامہ نورِ مصطفیٰ پٹنہ میں مکتوباتِ مفتیِ اعظم کا اعلان کیا ——— مگر اب معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سلسلہ کہاں تک پہنچا، اور مکتوبات کی ترتیب کہاں تک ہو چکی ——— مفتیِ اعظم کے خطوط ایک علمی اور ادبی سرمایہ ہیں جن کو منظرِ عام پر لانا ہماری ذمہ داری ہے ——— راقم کے پاس بھی قلمی خطوط موجود ہیں۔

اس عارف باللہ نے ۹۲ سال تک ویران دلوں کی آبیاری کی ——— دھڑکتے دلوں کو طمانیت بخشی ——— پھٹے ہوئے زخموں کو مرہم عنایت کیا ———

ـــــــ عالمِ اسلام کے تشنگانِ علوم کو سیرابی ملی ـــــــ اجل علماء و مشائخ نے اکتسابِ فیض کیا ـــــــ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق، اسلام وسنت کا مہکتا گلشن ـــــــ امام احمد رضا کی آنکھوں کا تارا ـــــــ نوری میاں کا نوری دلارا مختصر علالت کے بعد ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء رات ایک بج کر ۴۰ منٹ پر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

مفتیِ اعظم کے جلوسِ جنازہ میں راقم بھی شامل تھا ـــــــ اتنا عظیم اجتماع دیکھ کر میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ـــــــ اور اب تنہائی میں غور وفکر کرتا ہوا اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اب اتنا عظیم اجتماع پاک وہند کی تاریخ میں نظر نہیں آئے گا ـــــــ مفتیِ اعظم کے جلوسِ جنازہ میں ۲۵ لاکھ افراد شریک تھے، اور کیفیت یہ معلوم ہوتی تھی کہ سارا شہر بریلی میزبان اور سارا عالم مہمان ـــــــ راقم نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ مفتیِ اعظم کے جنازے میں ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ کثیر تعداد میں موجود تھے، سب کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات ٹپک رہے تھے ـــــــ نمازِ جنازہ کے لیے جب اسلامیہ انٹر کالج بریلی کے وسیع و عریض میدان میں لایا گیا، تو وہ وسیع میدان ناکافی دکھائی دے رہا تھا ـــــــ درجنوں افراد درختوں، چھتوں، دیواروں پر لٹکے ہوئے تھے ـــــــ جمعہ کے دن چھ بجے شام کو امام احمد رضا کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا ـــــــ سلام ہو اس مردِ حق پرست پر جس نے رہبری کا حق ادا کر دیا ـــــــ سلام ہو اس مردِ مجاہد پر جس نے عشق کی شمع روشن کر کے ایمان کی روشنی اور تابندگی میں چار چاند لگا دیئے ـــــــ سلام ہو اس کی تربت پر ـــــــ سلام ہو اُس شمعِ فروزاں پر جس نے والدِ ماجد کے مشن کو لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیا ـــــــ اے اللہ! اُس کے مرقدِ نوری پر رحمت ونور کی برکھا برسا، تاکہ عالمِ اسلام اس کے باطنی فیوضات سے مالا مال ہو سکے (آمین)۔